بذل المجهود میں مولانا سہارن پوری کا غایة المقصود اور عون المعبود پر نقد

محمد ہارون ۞
محمد شہباز منج ۞

محدثینِ کرام جس طرح حدیثِ رسول ﷺ کو امانت سمجھ کر امت تک پہنچانے میں مستعد دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح شارحینِ حدیث اس مقصد میں پیش پیش نظر آتے ہیں کہ شرحِ حدیث میں سابقہ شارحینِ حدیث کے ہاں کوئی تسامح نظر آئے تو اس کی اصلاح کر دیں۔ یہ استدراک اور اصلاح کا عمل مسلم علمی روایت کا حصہ رہا ہے اور علم و تحقیق کی ترقی کا باعث ہے، بہ شرطے کہ اس سے مقصود اصلاح ہی ہو اور تنقیص و الزام تراشی نہ ہو۔ **سنن أبي داؤد** کے شارح مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲۷ء) نے بھی اپنی شرح **بذل المجهود** میں سابق شارحین کی فروگذاشتوں پر نقد کیا ہے، جیسا کہ وہ کتاب کے مقدمے میں درج ذیل الفاظ میں اس بات کا اظہار کرتے ہیں:

> أني في بعض المواضع أنبه على ما وقع فيه التسامح من شارحي أبي داؤد لئلا يقع الطالب في الغلط اعتمادا عليه، مع أني ما أبرئ نفسي عن الخطاء والسهو، ولا أقول هذا إعجابا وفخرا، بل الغرض منه إظهار الحق والصواب. (۱)

میں اپنی اس کتاب میں **سنن أبي داؤد** کے سابقہ شارحین کی طرف سے واقع ہونے والے تسامحات پر بھی متنبہ کروں گا تاکہ ان پر اعتماد کرتے ہوئے کوئی طالب علم غلطی کا شکار نہ ہو، لیکن اس کے ساتھ میں اپنے آپ کو غلطی اور بھول سے بری نہیں سمجھتا۔ یہ بات میں خود پسندی یا فخر کے طور پر نہیں کہتا، بلکہ اس سے مقصود حق اور درست بات کا اظہار ہے۔

۞ پی۔ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔ (drshahbazuos@hotmail.com)
۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔ (haroonmuhammad713@gmail.com)

۱– خلیل احمد سہارن پوری، **مقدمه بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد** (بیروت: دار البشائر الإسلامية، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۶ء)، ۱: ۱۵۹۔

گذشتہ شارحین میں سے جن پر ہمارے ممدوح شارح نے نقد کیا ہے، ان میں زیادہ نمایاں صاحبِ **غایة المقصود** (م۱۳۲۹/ھ۱۹۱۸ء)[۲] اور صاحب **عون المعبود** (م۱۳۲۹/ھ۱۹۱۸ء)[۳] ہیں۔ چناں چہ یہاں ہم

۲۔ شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادی۔ آپ جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ میں مقام رمنہ میں پیدا ہوئے، دینی علوم، معقولات اور ادب وغیرہ پر وسیع نظر تھی، فن حدیث میں غیر معمولی اشتغال کی وجہ سے حدیث پر مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگئی تھی۔ صحیح وضعیف، راجح ومرجوح اور حدیث کی تمام اقسام وانواع کے درمیان نقد وتمیز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ کتب حدیث کی شرح وتعلیق کے علاوہ فقہ وافتااور تذکرہ وسیر میں اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، جن میں **غاية المقصود في حل سنن أبي داؤد** سرفہرست ہے، جوسنن **أبي داود** کی معروف ترین شروحات میں شمار کی جاتی ہے، طاعون کی بیماری میں ۲۱مارچ ۱۹۱۸ء کو وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد عزیز شمس، **حياة المحدث شمس الحق وأعماله** (بنارس: جامعہ سلفیہ، س ن)۔ **غاية المقصود في حل سنن أبي داؤد** اکیس پاروں تک مکمل ہو چکی تھی، مگر افسوس کہ اس کے اکثر اجزا ناپید ہوگئے، ان میں سے چند اجزا لکھے گئے ہیں، جن میں کتاب الطهارة کی شرح مکمل ہوگئی ہے، اور کتاب الصلاة کے بھی چند ابواب کی شرح ملتی ہے۔ مولف موصوف نے احادیث کی شرح، بسط وتفصیل سے کی ہے۔ فقہی مسائل کا استنباط، مشکل احادیث اور غریب الحدیث کو ایسے انداز سے حل کیا ہے کہ مفہوم حدیث بالکل واضح ہوجاتا ہے۔ بظاہر متعارض روایات کے مابین وجوہ تطبیق وتوفیق بیان کی ہیں۔ بیشتر مقامات پر سنن کے شارحین کی غلطیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ سنن کی ہر حدیث کی شرح کے بعد اس کی تخریج کی ہے اور صحت وضعف کے اعتبار سے حدیث کے درجے کو بھی بیان کیا ہے، تاکہ قاری اس سے آگاہ ہو سکے۔ اس شرح کا جدید ایڈیشن علمی اکیڈمی کراچی اور حدیث اکیڈمی فیصل آباد سے ۱۴۱۴ھ میں جناب محمد الیاس عبد القادر اور شیخ عبد الحمید حبیب اللہ نشاطی کے زیر اہتمام تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ **عون المعبود** کا پورا نام **عون المعبود على شرح سنن أبي داؤد** ہے یہ بھی **سنن أبي داؤد** کی اہم شروحات میں سے ایک ہے۔ اس کی پہلی جلد کے خطبے اور خاتمے کے مطالعے سے یہ صراحت ملتی ہے کہ یہ کتاب محدث، شمس الحق عظیم آبادی کی نہیں، بلکہ ان کے حقیقی بھائی مولانا اشرف الحق محمد اشرف ڈیانوی کی تالیف ہے۔ مولانا کا پورا نام محمد اشرف بن امیر علی الصدیقی ڈیانوی ہے۔ آپ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۱۳۲۶ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: عبد الحی بن فخر الدین بن عبد العلی الحسنی الطالبی لکھنوی، **الإعلام بمن في الهند من الأعلام المسمى به نزهة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر** (بیروت: دارابن حزم، ۱۴۲۰ھ)، ۸: ۱۳۵۰۔ **عون المعبود** کے مؤلف ہونے کی حیثیت سے شہرت ملی۔ جلد ثالث کے اختتام اور جلد رابع کے آغاز واختتام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شمس الحق عظیم آبادی کی تالیف ہے۔ اس تعارض سے اس کتاب کے مبتدی طالب علم کا حیرت واستعجاب میں پڑنا کچھ مستبعد نہیں۔ اس حوالے سے

نے صرف **عون المعبود** اور **غاية المقصود** کے حوالے سے مولانا سہارن پوری کے نقد کو موضوع بنایا ہے۔ یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مذکورہ معیار کے تناظر میں مولانا کی تحقیق اور نقد کی اہمیت و افادیت اور ثقاہت و اعتبار کیا ہے؟

ڈاکٹر محمد عزیز شمس نے اپنی کتاب **حیات المحدث شمس الحق و أعماله** میں ایک سیر حاصل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: **عون المعبود** حقیقت میں شمس الحق عظیم آبادی ہی کی تالیف ہے، مگر ابتدا کی دونوں جلدوں کو **غاية المقصود** سے مختصر کرنے کا کام ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اشرف اور کچھ دوسرے علما مثلا مولانا عبد الرحمن مبارک پوری، حکیم محمد ادریس ڈیانوی، مولانا عبد الجبار ڈیانوی، قاضی یوسف حسین خان پوری وغیرہ نے کیا تھا،اس لیے آپ نے تالیفِ قلب کی غرض سے ابتدائی دو جلدوں کی نسبت اپنے بھائی کی طرف کر دی، جیسا کہ عبد الحی لکھنوی حسنی (م ۱۳۴۱ھ) نے مولانا محمد اشرف کے تذکرے میں لکھا ہے: ”قد عز إليه صنوه شمس الحق المجلد الأول من **عون المعبود**، أخبرني بذلک الشيخ شمس الحق“(مجھے شمس الحق صاحب نے خود بتایا کہ کتاب تو انھی کی تالیف شدہ ہے، مگر پہلی جلد کی نسبت اپنے بھائی کی طرف میں نے خود کر دی ہے۔) عبد الحی الحسنی لکھنوی، **نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر**،۸: ۱۲۴۳۔ مورخہ ۹ صفر ۱۳۲۸ھ میں مولانا عبد الحی لکھنوی کو لکھے گئے مکتوب میں محدث عظیم آبادی نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ **عون المعبود** کی چاروں جلدیں میری ہی تالیف کردہ ہیں، مگر اس کے کچھ اجزا برادرم علیہ الرحمۃ سے ہم نے لکھوائے ہیں۔ ملاحظہ ہو: محمد عزیز شمس، نفسِ مرجع، ۱۶۳– ۱۷۱؛اس کتاب کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی، متعدد ایڈیشن اس کے شاہد ہیں۔ پہلا ایڈیشن چار جلدوں میں ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۳ھ تقریباً پانچ سال کی مدت میں پہلی بار شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کے آخر میں **غاية المقصود** کے مقدمے کا خلاصہ فوائد نافعة مهمة کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب کی دوسری اشاعت آفسیٹ کے ذریعہ دارالكتاب العربي بيروت لبنان سے ہوئی۔ تیسری بار اشاعت ۱۳۸۸ھ میں متوسط سائز میں شیخ عبد الرحمن محمد عثمان کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ چودہ جلدوں میں مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ سے ہوئی۔ چوتھا ایڈیشن ادارہ نشر السنۃ ملتان نے شائع کیا، جو ہندوستانی نسخے کا عکس ہے۔ ۱۴۱۰ھ میں دار الكتب العلمية بیروت نے اپنے مکتبے سے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع کیا۔ یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اس شرح میں **غاية المقصود** کی اہم خصوصیات آگئی ہیں، دونوں میں محض اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ بعض مقامات پر اس کتاب میں بھی ضروری مسائل پر ضرورت و مصلحت کے پیشِ نظر بسط و تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ اہلِ فن کا خیال ہے کہ اس میں **سنن أبي داؤد** کی اسانید و متون کو حل کیا گیا ہے۔ اہل علم کی کثیر تعداد نے اس کتاب کی مدح کی ہے۔ شیخ نذیر حسین محدث دہلوی، شیخ حسین بن محسن یمانی، شیخ محمد بشیر سہسوانی اور شیخ عبد المنان وزیر آبادی وغیرہ کے قصائد اور تقاریظ کی نقول **عون المعبود** کی آخری جلد کے آخری صفحات پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

لفظ طهر کے معنی اور ابواب

لفظ طھارۃ کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری نے لفظ **طھر** کے اعراب واضح کر کے اس کے معانی بھی بیان کر دیے ہیں نیز اس کے بابِ صرفی کے حوالے سے صاحب **غایۃ المقصود** کے تسامح کا ذکر کر کے اس کی اصلاح کی ہے؛ لکھتے ہیں:

قال في **القاموس:**[۴] الطهر بالضم: نقيض النجاسة، طهر كنصر وكرم فهو طاهر، وهكذا في **لسان العرب** وغيره من كتب اللغة،ولم يقل أحد منهم إن طهر من باب ضرب، فقول صاحب **غاية المقصود:** طهر من بابي قتل وضرب، صوابه من بابي قتل وكرم. [۵]

القاموس میں ہے کہ لفظ طھر کو "طا" کے پیش کے ساتھ پڑھا جائے گا، جس کے معنی پاکی کے آتے ہیں، جو کہ نجاست کی ضد ہے، یہ عام طور پر دو ابواب سے آتا ہے: نصر اور کرم؛ اور یہی تفصیل **لسان العرب** اور لغت کی دیگر کتب میں ملتی ہے۔ ائمۂ لغت میں سے کسی نے نہیں کہا کہ لفظ طھر، باب ضرب سے آتا ہے۔ جب کہ صاحبِ غایۃ المقصود کا کہنا ہے کہ لفظ طھر دو ابواب سے آتا ہے: قتل (یعنی نصر) اور ضرب سے، صحیح یہ ہے کہ یہ دو ابواب سے آتا ہے (لیکن یہ ابواب قتل اور ضرب نہیں بلکہ) :قتل (یعنی نصر) اور کرم ہیں۔[۶]

۴۔ **القاموس** سے مراد لغت کی مایہ ناز کتاب **القاموس المحیط** ہے۔ مولانا سہارن پوری اپنی شرح میں لغت کے حوالے سے اسی کتاب پر زیادہ اعتماد کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جب بھی کسی لفظ کا لغوی معنی بیان کرتے ہیں تو زیادہ تر اسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔ **القاموس المحیط** کا شمار لغت کی امہات کتب میں سے ہوتا ہے۔ یہ کتاب نویں صدی ہجری کے ایک بزرگ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب بن ابراہیم فیروزآبادی (م ۸۲۷ھ) کی ہے۔ اس کتاب میں علامہ فیروزآبادی (م ۸۲۷ھ) نے ابن سیدہ (م ۴۵۸ھ) کی **المحکم** اور الصغانی کی **العباب** کا خلاصہ بھی جمع کیا ہے اور جو ضروری مواد الجوہری (م ۳۹۳ھ) کی **الصحاح** میں رہ گیا تھا اس کا اضافہ کر کے اس کے نقص کا بھی تدارک کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: وحید الزماں قاسمی کیرانوی، **القاموس الوحید** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء)، ۶۳۔

۵ – خلیل احمد سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۱: ۱۶۳– ۱۶۴۔

۶۔ اس بات کی تائید **لسان العرب** کے علاوہ لغت کی دیگر معروف کتب سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ **المصباح المنیر** میں ہے: (ط ھ ر) : طَهُرَ الشَّيْءُ مِنْ بَابَيْ قَتَلَ وَقَرُبَ طَهَارَةً وَالِاسْمُ الطُّهْرُ وَهُوَ النَّقَاءُ مِنْ الدَّنَسِ

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ مولانا سہارن پوری نے جہاں طهر کا لغوی معنی بیان کیا، وہیں صاحبِ **غاية المقصود** کی طرف سے واقع ہونے والے تسامح کی بھی اصلاح کر دی اور اس کے اعراب بھی واضح کر دیے، تاکہ پڑھنے والا اس لفظ کو صحیح پڑھ سکے؛ مزید بر آں لغت کی مایۂ ناز کتب میں سے چند ایک کے حوالے بھی ذکر کر دیے، جس سے ان کی بات میں وزن پیدا ہو گیا۔

حکم کی علت

اس کی مثال کتاب الطهارة کے باب: في البول في المستحم کی اس روایت میں ملتی ہے جسے حضرت عبد اللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: "عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی

وَالنَّجَسِ وَهُوَ طَاهِرُ الْعِرْضِ أَيْ بَرِئَ مِنَ الْعَيْبِ وَمِنْهُ قِيلَ لِلْحَالَةِ الْمُنَاقِضَةِ لِلْحَيْضِ طُهْرٌ وَالْجَمْعُ أَطْهَارٌ مِثْلُ قُفْلٍ وَأَقْفَالٍ وَامْرَأَةٌ طَاهِرَةٌ مِنْ الْأَدْنَاسِ وَطَاهِرٌ مِنْ الْحَيْضِ بِغَيْرِ هَاءٍ وَقَدْ طَهُرَتْ من الْحَيْضِ مِنْ بَابِ قَتَلَ "لفظ طهر باب قتل یعنی نصر، اور قرب یعنی کرم سے آتا ہے، اس کا مصدر طهارة آتا ہے جس کے معنی میل اور نجاست سے پاک ہونے کے ہیں اور اس کی جمع أطهار آتی ہے، جس طرح قفل کی جمع أقفال آتی ہے، اسی طرح جب یہ کہا جائے: امرأة طاهرة تو معنی ہوتا ہے کہ وہ عورت میل سے پاک ہے، اور جب یہ کہا جائے: امراة طاهر تو معنی ہوتا ہے وہ عورت حیض سے پاک ہوگئی" ملاحظہ ہو: احمد بن محمد الفیومی، **المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي** (مصر: المطبعة الأميرية، ۱۴۱۲ھ، مادہ: ط ھ ر)، ۲: ۳۷۹۔

اسی طرح **القاموس المحيط** میں ہے: "الطُّهْرُ، بالضم: نَقِيضُ النَّجاسةِ، كالطَّهارَةِ، طَهَرَ، كنَصَرَ وكرُمَ، فهو طاهِرٌ وطَهِرٌ وطَهِيرٌ ج: أطْهارٌ وطَهارَى وطَهِرُونَ. والأَطْهارُ: أيامُ طُهْرِ المرأة." (طهر، طا کے ضمہ کے ساتھ نجاست کی نقیض یعنی پاکی کو کہا جاتا ہے، طهر دو ابواب سے آتا ہے، نصر اور کرم، اس کی جمع أطهار آتی ہے، اور أطهار عورت کی پاکی کے ایام کو کہا جاتا ہے۔) ملاحظہ ہو: ابو طاہر مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد فیروز آبادی، **القاموس المحيط** (فصل الطاء)، ۱: ۲۳۲۔

تاج العروس میں بھی اسی طرح مذکور ہے: "طهر: (الطُّهْرُ، بالضّمِّ: نَقِيضُ النَّجَاسَةِ، كالطَّهَارَةِ)، بالفَتْح. (طَهَرَ، كنَصَرَ وكَرُمَ) طُهْراً وطَهَارَةً، المصدَرَانِ عَن سِيبَوَيْه." (طهر، طا کے ضمہ کے ساتھ، نجاست کی نقیض یعنی پاکی کو کہا جاتا ہے، لفظ **طهر** دو ابواب سے آتا ہے: نصر اور کرم اور یہ دو مصادر طهرًا اور طهارة سے آتا ہے، یہ بات امام سیبویہ سے منقول ہے۔) ملاحظہ ہو: ابو الفیض محمد بن محمد بن محمد زبیدی، **تاج العروس من جواهر القاموس**، تحقیق: عبد الحلیم الطحاوی، فصل طهر (کویت: مطبعة حكومة، ۱۴۰۴ھ)، ۱۲: ۴۴۲۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ قَالَ أَحْمَدُ: ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ"[۷] (حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی غسل خانے میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس کے بعد وہیں غسل کرلے، امام احمد[۸] (م۲۴۱ھ) نے کہا کہ پھر وہیں وضو کرے۔ (یعنی امام احمد نے غسل کے بجائے وضو کرنے کے الفاظ نقل کیے ہیں) اس لیے کہ عام طور پر وسوسے اسی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری حافظ ابن حجر[۹] (م۸۵۲ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقال ابن حجر : لأن ماء الطهارة حينئذ يصيب أرضه النجسة بالبول ثم يعود إليه، فكره البول فيه لذلک، ومن ثم لو كان أرضه بحيث لا يعود من رشاش، أو كان له منفذ بحيث لايثبت فيه شيء من البول لم يكره البول فيه، إذ لا يجر إلى وسواس لامنه من عود الرشاش إليه في الأول ويطهر أرضه في الثاني بأدنى ماء طهور يمر عليها. [۱۰]

حافظ ابن حجر (م۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: غسل خانے میں پیشاب سے ممانعت کی علت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب طہارت کا پانی نیچے گرے گا تو پیشاب کے چھینٹوں سے مل کر طہارت کرنے والے کی طرف لوٹ آئے گا، اس لیے وہاں پیشاب

۷- ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، **سنن أبي داؤد**، كتاب الطهارة، باب في البول في المستحم (بيروت: المكتبة العصرية، س ن)، ۱: ۷۔

۸- امام احمد کا پورا نام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ہے۔ مشہور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں، ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے مشہور علماے حدیث میں ہوتا تھا۔ **مسند** کے نام سے حدیث کی ایک کتاب تالیف کی جس میں تقریباً چالیس ہزار کے لگ بھگ احادیث ہیں۔

۹- حافظ ابن حجر کا پورا نام ابو الفضل احمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی الشافعی ہے۔ اگرچہ شعر وادب اور دیگر فنون میں بھی مہارت تھی لیکن علم حدیث میں زیادہ کمال تھا، یہی وجہ ہے کہ کبار علماے حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں۔ درس وتدریس اور تالیف وتصنیف بھی آپ کے مشاغل میں سے اہم ترین تھے، قاضی القضاۃ کے منصب پر بھی فائز رہے۔ علم حدیث میں رسوخ اور مہارت تامہ کی وجہ سے علما ان کے حفظ واتقان، ثقاہت، اور اصول وفروع میں معرفتِ تامہ کے قائل رہے ہیں۔ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف نافعہ کثیرہ میں **تهذيب التهذيب**، **تقريب التهذيب** اور **فتح الباري شرح صحيح البخاري** شامل ہیں۔ (ملاحظہ ہو: محمد بن عبد الرحمن بن محمد سخاوی، **الضوء اللامع لأهل القرن التاسع** (بیروت: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ)، ۱: ۳۶۔

۱۰- سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۱: ۲۶۰۔

کرنے سے منع فرمادیا، لہٰذا اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ چھینٹوں کے واپس لوٹنے کا خوف نہ ہو، یا ایسی جگہ ہو کہ پیشاب مکمل طور پر بہ جائے تو وہاں پیشاب کرنے کی گنجایش ہے؛ اس لیے کہ ایسی جگہ پر وسوسے پیدا نہیں ہوتے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ نہ تو یہاں چھینٹوں کے اٹھنے کا امکان ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب پیشاب کے بہ جانے کی جگہ ہے، تو تھوڑا سا پانی بہنے کی وجہ سے وہ جگہ بھی پاک ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر کی گفت گو کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس وقت ہے، جب اس میں پیشاب کے بہنے کی کوئی جگہ نہ ہو، اگر جگہ ہو تو پھر پیشاب کیا جا سکتا ہے۔ اس تفصیل کو ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری نے صاحب **عون المعبود** اور **غاية المقصود** پر نقد کیا ہے، لکھتے ہیں:

فما قال صاحب **غاية المقصود** وتبعه صاحب **عون المعبود**: الأولى أن لا يقيد المغتسل بلين ولا صلب، فإن الوسواس ينشأ منهما جميعا فلايجوز البول في المغتسل مطلقا، غير صحيح، كيف؟ وقد قال قدوتهم وإمامهم العلامة الشوكاني:[۱۱] وقيل: إنه إذا كان للبول مسلك ينفذ فيه فلا كراهة.[۱۲]

اس مسئلے کے بارے میں جو کچھ صاحب **غاية المقصود** اور ان کی اتباع میں صاحب **عون المعبود** نے کہا ہے کہ غسل خانے کی زمین چاہے نرم ہو یا سخت، دونوں صورتوں میں وہاں پیشاب کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ وسوسے دونوں جگہ پیدا ہوتے ہیں، یہ بات درست نہیں، اور کیسے درست ہو سکتی ہے، جب کہ انھی کے امام اور پیشوا حضرت علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے خود **نیل الأوطار**[۱۳] میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ جب غسل خانے میں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں پیشاب بہ جائے تو وہاں غسل کرنا جائز ہے۔

۱۱۔ علامہ شوکانی کا پورا نام محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی ہے۔ حدیث کے بہت بڑے امام، فقیہ اور مجتہد تھے، کبار علماے یمن میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یمن کے مشہور شہر صنعا میں ہی پلے بڑھے، وہیں عہدۂ قضا پر بھی فائز رہے، اسی حالت میں ۱۲۵۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ ان کی معروف کتب میں سے **نيل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار**، **فتح القدير** اور **إرشاد الفحول** شامل ہیں۔ ملاحظہ ہو: خير الدين بن محمود بن محمد الزركلي، **الأعلام** (بيروت: دار العلم للملايين، ۱۹۷۹ء)، ۷: ۱۹۰؛ **معجم المؤلفين**، تالیف: عمر رضا کحالہ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن، ۱۱: ۵۳۔

۱۲۔ سہارن پوری، مصدرِ سابق، ۱: ۲۶۰۔

۱۳۔ **نیل الأوطار** کی مفصل عبارت ملاحظہ ہو: "وَالْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى الْمَنْعِ مِنْ الْبَوْلِ فِي مَحَلِّ الِاغْتِسَالِ لِأَنَّهُ يَبْقَى أَثَرُهُ، فَإِذَا انْتَضَحَ إلَى الْمُغْتَسِلِ شَيْءٌ مِنْ الْمَاءِ بَعْد وُقُوعِهِ عَلَى مَحَلِّ الْبَوْلِ نَجَّسَهُ فَلَا يَزَالُ عِنْد

راوی کی نسبت

بسا اوقات صاحبِ **غاية المقصود** اور صاحب **عون المعبود** سے کسی راوی کی نسبت کے بیان میں تسامح ہوا ہو تو اس کی اصلاح کی طرف نہ صرف اشارہ کرتے ہیں، بلکہ دلائل کے ساتھ ان کی غلطی کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الطھارۃ کے باب: في الاستبراء کی اس روایت میں ملتی ہے جس میں خلف بن هشام المُقْرِئ ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِئُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى التَّوْأَمُ، ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ التَّوْأَمُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: بَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ، فَقَالَ ﷺ: «مَا هَذَا يَا عُمَرُ» ، فَقَالَ: هَذَا مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ، قَالَ: مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ، وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً.[۱۴]

مولانا سہارن پوری خلف بن ہشام المقریٔ کے بارے میں صاحب **غاية المقصود** اور صاحب **عون المعبود** کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قال في **غاية المقصود**، وتبعه صاحب **عون المعبود**:[۱۵] فقالا: والمقرئ بالضم والسكون وفتح الراء وهمزة ثم ياء نسب إلي مقرا ،قرية

مُبَاشَرَةِ الِاغْتِسَالِ مُتَخَيِّلًا لِذَلِكَ فَيُفْضِي بِهِ إِلَى الْوَسْوَسَةِ الَّتِي عَلَّلَ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - النَّهْيَ بِهَا. وَقَدْ قِيلَ: إنَّهُ إذَا كَانَ لِلْبَوْلِ مَسْلَكٌ يَنْفُذُ فِيهِ فَلَا كَرَاهَةَ." (حدیث پاک غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت پر دلالت کر رہی ہے، اس لیے کہ غسل خانے میں پیشاب کرنے سے اس کے اثرات باقی رہ جاتے ہیں، پھر جب کوئی شخص اس جگہ غسل کرتا ہے تو پانی کے چھینٹے پیشاب والی جگہ سے لگ کر جسم پر پڑتے ہیں جس کی وجہ سے جسم ناپاک ہو جاتا ہے، اور یہی بات وسوسے کا سبب بنتی ہے، اسی کے پیش نظر حدیث پاک میں آپ ﷺ نے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے: اگر غسل خانے میں پیشاب کے بہہ جانے کا راستہ ہو تو پھر پیشاب کرنے میں کراہت بھی نہیں رہتی۔) (محمد بن علی بن محمد الشوکانی، **نيل الأوطارمن أسرار منتقى الأخبار** (بيروت: دارالجيل، ۱۹۷۳ء)، ۱: ۱۱۴۔

۱۴- **سنن أبي داؤد**، كتاب الطهارة، باب في الاستبراء، رقم: ۴۲۔

۱۵- ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی، **عون المعبود شرح سنن أبي داؤد** (بيروت: دارالكتب العلمية، ۱۴۲۵ھ)، ۱: ۴۲۔

دمشق.[۱۶] (**غاية المقصود** اور**عون المعبود** میں مذکور ہے کہ المقریٔ میم کے ضمہ، قاف کے سکون، راء اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اورآخر میں یائے نسبت، دمشق کی ایک بستی مقرا کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں "المقریٔ" کہاجاتا ہے۔)

مولاناسہارن پوری نے قلت کہ کر مذکورہ توجیہ کی تردید کی ہے، اور جواب میں سب سے پہلے اس لفظ کو ضبط کرکے مستند حوالوں سے اصلاح فرمائی ہے؛ لکھتے ہیں:

قلت: قال المجد في **القاموس**: ومقرأ كمكرم بلدة باليمن، به معدن العقيق، منه المقرئيون من المحدثين وغيرهم، ويفتح ابن الكلبي[۱۷] الميم، وقال السمعاني[۱۸] في **الأنساب**: المقرائي بضم الميم وقيل بفتحها ،وسكون القاف، وفتح الراء بعدها همزة، هذه النسبة إلي مقري قرية دمشق، وقد تصفحت أوراق الكتب فلم أجد في شيء منها أن خلف بن هشام هذا ينسب إلى هذه

۱۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۹۸۔

۱۷- ابن الکلبی کا پورا نام ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب بن بشر بن عمرو بن الحارث بن عبد الحارث الکلبی ہے۔ ان کی کنیت ابن الکلبی ہے اور اسی سے جانے جاتے ہیں۔ بہت بڑے مورخ اور عالم انساب تھے۔ اخبارِ عرب، ایامِ عرب، واقعاتِ عرب اور امثال عرب میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ علم انساب میں خاص طور پر قدرت نے یکتائی عطا فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ انھی کی کتاب **جمهرة أنساب العرب** سے خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں۔ علامہ میدانی (م۵۱۸ھ) **مجمع الأمثال** میں، علامہ عسکری (م۳۹۵ھ) **جمهرة الأمثال** میں اور ابو عبید قاسم بن سلام (م۲۲۴ھ) **كتاب الأمثال** میں انھی کی مذکورہ کتاب سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ ۱۱۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: الزرکلی، **الأعلام**، ۸: ۸۷–۸۸ اور فواد سیزگین، **تاريخ التراث العربي**، تعریب: د۔ محمود فہمی حجازی (الریاض: إدارة الثقافة و النشر بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، ۱۴۱۱ھ)، ۲: ۵۱۔

۱۸- ان کا پورا نام ابو سعد عبد الکریم بن ابی بکر محمد بن العلامۃ ابی المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار السمعانی الخراسانی ہے، محدث خراسان کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں، کثیر التصانیف شخصیت ہیں۔ ابن النجار کہتے ہیں کہ میں نے علامہ سمعانی (م۵۶۲ھ) کے بارے میں سنا کہ ان کے شیوخ کی تعداد سات ہزار تک پہنچتی ہے، اتنے شیوخ تک شاید کوئی دوسرا محدث نہیں پہنچ سکا۔ معروف ترین کتب میں سے **الأنساب** اور **الذيل على تاريخ الخطيب** ہیں۔ مرو میں ۵۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۲ھ میں ساٹھ سال کی عمر پاکر وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، **سير أعلام النبلاء**، تحقیق: شعیب الارناؤط وآخرین (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۳ھ)، ۲۰: ۴۵۶– ۴۶۵۔

القرية، ويقال له: المقرئي لأجل هذه النسبة، والصحيح عندي أنه ليس فيها ياء النسبة، بل هو صيغة اسم الفاعل من أقرأ يقري فهو مقريء بضم الميم وسكون القاف وكسر الراء بعدها همزة، وهو الذي يقرأ القرآن ويدرسه، وخلف بن هشام هذا من القراء المعتبرين كما ذكره في **التقريب** و **تهذيب التهذيب.**(۱۹)

میں کہتا ہوں: لغت کی کتاب **القاموس** میں ہے: مقرأ، مکرم کی طرح پڑھا جائے گا جو کہ یمن کا ایک شہر ہے، اور اسی سے معدن العقیق اور المقرئیون من المحدثین ہے۔ ابن الکلبی (م۲۰۴ھ) نے میم کے ضمہ کے بجائے فتحہ پڑھا ہے، علامہ سمعانی (م۵۶۲ھ) نے اپنی کتاب **الأنساب** میں بڑی تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے؛ چناں چہ لکھتے ہیں: المقرئی میم کے ضمہ، یا فتحہ، قاف کے سکون، راء اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، دمشق کی ایک بستی کی طرف منسوب ہے، لیکن جب میں نے کتب کے اوراق کو کھنگالا تو مجھے خلف بن ہشام کے بارے میں پتا نہ چل سکا کہ وہ دمشق کی بستی میں رہنے والے تھے، کہ انھیں اسی بستی کی طرف منسوب کرتے ہوئے مقری کہا جاتا ہے۔ البتہ میرے نزدیک درست اور صحیح بات یہ ہے کہ اس کے آخر میں یا نسبت کی نہیں ہے، بلکہ یہ تو أقرأ یقری اقراء (باب افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اور مقری اسے کہتے ہیں جو لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتا ہو۔ خلف بن ہشام کا شمار بھی معتبر قرا میں ہوتا ہے، جیسا کہ **التقریب** اور **تہذیب التهذیب** میں ذکر کیا گیا ہے۔

تہذیب التهذیب میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ ابن حبان فرماتے ہیں: خلف بن ہشام تو بہت جید قسم کے فاضل اور قراءات کے عالم تھے، علامہ ابو عمرو الدانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: انھوں نے قرآن کریم "سلیم" سے پڑھا، نافع کی قراءت کو اسحاق المسیبی سے اور عاصم کی قراءت کو یحیی بن آدم سے سیکھا، جو کہ قراءات کے امام تھے۔ علامہ سمعانی (م۵۶۲ھ) نے **الأنساب** میں نتیجتاً جو بات لکھی ہے وہ یہی ہے کہ مقری خلف بن ہشام کو المقری قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، نہ کہ دمشق کی بستی کی طرف منسوب کرتے ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت کو بھی اسی نسبت کے ساتھ المقرئیون من المحدثین کہا جاتا ہے۔ مزید برآں مولانا سہارن پوری نے اسی راوی کے حوالے سے باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدث میں بھی صاحب **عون المعبود** کا رد کیا ہے، مگر انتہائی مختصر انداز میں۔(۲۰)

۱۹– سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۱: ۲۹۸– ۲۹۹۔

۲۰– مولانا لکھتے ہیں: "فما قال صاحب **غاية المقصود** بعد ذكر عبد الله بن يزيد المقرىء: والمقرىء بالضم والسكون وفتح الراء وهمزة ثم ياء، نسبة إلي مقريء قرية بدمشق، غيرصحيح ،بل هو بضم الميم

ضمیر کا مرجع

امام ابوداؤد بسا اوقات اختتام حدیث پر اسی حدیث کے مختلف طرق کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور تعیین میں کبھی اسم اشارہ استعمال کرتے ہیں، اسم اشارہ کے مشار الیہ کے سمجھنے میں بعض شارحین سے تسامح ہوتا ہے، تو مولانا سہارن پوری اس تسامح کو پیش کر کے صحیح بات کی طرف رہ نمائی کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر صاحب عون المعبود کی طرف سے ہونے والے تسامح کو تو ضرور بیان کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال تو کتاب الطھارۃ کے باب: أیصلي الرجل وھو حاقن کے ضمن میں اس روایت سے ملتی ہے، جسے حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے روایت کیا ہے، [۲۱] جس کے آخر میں امام ابوداؤد نے فرمایا: "قال أبوداؤد : وھذا من سنن أھل الشام لم یشرکھم فیھا أحد." [۲۲] (امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ روایت اہل شام کی سنن میں سے ہے؛ اس میں ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں ہو سکا۔) قال ابوداؤد کی توضیح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری نے صاحب **عون المعبود** پر نقد کیا ہے، یعنی امام ابوداؤد نے جو ھذا کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کا مرجع کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "أي ھذا الحدیث الذي رواہ أبوداؤد بسندہ عن ثوبان وعن أبي ھریرۃ، فالاقتصار في إرجاع الضمیر إلی أبي ھریرۃ، کما فعلہ صاحب **غایۃ**

وکسر الراء بعد ھا ھمزۃ، صیغۃ اسم فاعل من الإقراء، ولیس ھو منسوبا إلي مقری التی ھي قریۃ بدمشق، ولاتعلق لہ بتلک القریۃ" (صاحب **غایۃ المقصود** نے عبد اللہ بن یزید المقری کے بارے میں جو کچھ کہا ہے کہ یہ مقری یعنی میم کے ضمہ اور را کے فتحہ کے ساتھ دمشق کی ایک بستی کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔) سہارن پوری، نفس مصدر، ۱: ۳۷۳۔

۲۱۔ پوری روایت یوں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ - ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ قَالَ: «وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَؤُمَّ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ، وَلَا يَخْتَصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مِنْ سُنَنِ أَهْلِ الشَّامِ لَمْ يُشْرِكْهُمْ فِيهَا أَحَدٌ- (ابوداؤد، **سنن أبي داؤد**، کتاب الطھارۃ، باب: أیصلي الرجل وھو حاقن، رقم:۹۱۔)

۲۲۔ نفس مصدر، کتاب الطھارۃ، باب: أیصلي الرجل وھو حاقن، رقم:۹۱۔

المقصود ومقلده قصور."[۲۳] (هذا کا مرجع وہ روایت ہے، جسے امام ابو داؤد نے حضرت ثوبان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کیا ہے، لہٰذا هذا کا مقصود صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو قرار دینا، جیسا کہ صاحب غایۃ المقصود اور ان کے مقلد نے کیا ہے، یہ امام ابو داؤد کی بات کو سمجھنے میں کوتاہی ہے۔)

راقم کے نزدیک یہاں مولانا سہارن پوری نے صاحب **عون المعبود** اور **غاية المقصود** پر جو نقد کیا ہے اس میں اپنے سابقہ منہج کو نہیں اپنایا، کہ جہاں کہیں بھی ان پر نقد کرتے ہیں تو ان کی عبارت بھی نقل کرتے ہیں، اور نقد کرنے کے بعد اپنی بات کو دلائل سے ثابت بھی کرتے ہیں۔ اگر اس مقام پر صاحب **عون المعبود** کی عبارت بھی نقل کر دی جاتی تو بات زیادہ وزنی ہو جاتی۔[۲۴]

ایک اور مقام پر ضمیر کے لوٹانے اور اس کے صحیح مرجع میں جب صاحب **غاية المقصود** سے تسامح ہوا تو جہاں اس تسامح کی طرف اشارہ کیا، وہیں حدیث کے تمام طرق کو ذکر کر کے اپنی بات کو دلائل کے ساتھ ثابت بھی کیا۔ اس کی مثال کتاب الطهارة کے باب صفة وضوء النبي ﷺ کی اس روایت سے ملتی ہے، جسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے، اور اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے وضو کا طریقہ معلوم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنت کے مطابق وضو کر کے دکھایا۔ اس حدیث کے آخر پر امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکورہ کے مختلف طرق کی طرف اشارہ کر کے اختلافِ متن کی طرف بھی رہ نمائی کی ہے، چناں چہ فرماتے ہیں: "قال أبوداؤد: وحديث ابن جريج عن شيبة يشبه حديث علي، لأنه قال فيه حجاج بن محمد عن ابن جريج: ومسح برأسه مرة واحدة. وقال ابن وهب فيه عن

۲۳- سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۱: ۴۷۴۔

۲۴- صاحب **عون المعبود** مذکورہ روایت کی تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وحديث أبي هريرة تفرد به المؤلف (سنن) طرق (أهل الشام) أي رواة حديث أبي هريرة كلهم شاميون (فيها) في تلك الرواية (أحد) غير أهل الشام." (حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں مولف یعنی امام ابوداود متفرد ہیں اور مذکورہ حدیث کے تمام راوی شام سے تعلق رکھنے والے ہیں۔) ملاحظہ ہو: ابو عبد الرحمن محمد اشرف بن امیر علی الصدیقی ڈیانوی، **عون المعبود على شرح سنن أبي دأود** (بیروت: دارالکتب العلمية، ۱۴۱۵ھ)، ۱: ۱۱۰۔

ابن جريج: ومسح برأسه ثلاثا."[۲۵] (ابن جریج کی حدیث جو شیبہ کے واسطے سے ہے،وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مشابہ ہے،اس لیے کہ اس میں حجاج بن محمد نے ابن جریج سے نقل کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کا مسح صرف ایک مرتبہ کیااور ابن وہب نے اس حدیث کے بارے میں ابن جریج سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح تین مرتبہ کیا۔) مولانا سہارن پوری مذکورہ قال أبو داؤد میں آنے والے الفاظ وقال ابن وهب فيه میں "ہ" ضمیر کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أي في حديث علي رضي الله عنه، ويحتمل أن يرجع الضمير إلى مسح الرأس، فأما إرجاع الضمير إلى حديث شيبة كما فعله صاحب **غاية المقصود** فبعيد، لأن حديث وهب عن ابن جريج ليس فيه شيبة بن نصاح، لأن ابن جريج يروي عن محمد بن علي بلاواسطة شيبة بن نصاح كما في **السنن الكبرى** للبيهقي، ولم أجد حديث ابن وهب في غير هذا الكتاب.[۲۶]

وقال ابن وهب فيه میں "ہ" ضمیر کا مرجع یا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، یا اس کا مرجع "مسح راس" ہے۔اس ضمیر کو حدیثِ شیبہ کی طرف لوٹانا، جیسا کہ صاحب **غاية المقصود** نے کیا ہے، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے مقصد سے انتہائی دور معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ابن وہب کی وہ روایت جو ابن جریج کے طریق سے مروی ہے اس میں تو شیبہ بن نصاح آتے ہی نہیں، اس لیے کہ ابن جریج محمد بن علی سے شیبہ بن نصاح کے واسطے کے بغیر روایت کرتے ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م۴۵۸ھ)[۲۷] کی **السنن الكبير** میں مذکور ہے اور ابن وہب کی یہ روایت میں نے اس کتاب کے علاوہ کہیں نہیں دیکھی۔اس تفصیل کے بعد مولانا سہارن پوری نے امام ابو داؤد کے ذکر کردہ مختصر طرق کی مکمل تخریج کی ہے، چناں چہ لکھتے ہیں:"أما حديث حجاج بن محمد عن ابن

۲۵- **سنن أبي داؤد**، كتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، رقم: ۱۱۷۔

۲۶- سہارن پوری، **بذل المجهود**،۱: ۵۴۸۔

۲۷- ان کا پورا نام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسی البیہقی ہے، ائمہ حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی معروف ترین تصانیف میں سے **السنن الكبرى**، **السنن الصغرى** اور **الأسماء والصفات** شامل ہیں، ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۵۸ھ میں وفات پائی۔

جريج، فقد ذكر نا تخريجه عند النسائي في باب صفة الوضوء من المجتبىٰ.‘‘ [۲۸] (بہرحال حجاج بن محمد کی وہ روایت جو ابن جریج کے طریق سے مروی ہے، ہم نے اس کی تخریج کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ امام نسائی کی کتاب **المجتبی** میں باب صفة الوضوء میں ہے۔) ابن وہب کے طریق کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أما حديث ابن وهب عن ابن جريج، فقد أخرجه البيهقي في **السنن الكبير**، فقال: وأحسن ما روي عن علي فيه ما أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدان، أنا أحمد بن عبيد الصفار، ثنا عباس بن المفضل، ثنا إبراهيم بن المنذر، ثنا ابن وهب، عن ابن جريج، عن محمد بن علي بن حسين ، عن أبيه، عن جده، عن علي أنه توضأ فغسل وجهه ثلاثا، وغسل يديه ثلاثا،ومسح برأسه ثلاثا، وغسل رجليه ثلاثا، وقال: هكذا رأيت رسول الله ﷺ يتوضأ، هكذا قال ابن وهب: ومسح برأسه ثلاثا، وقال فيه حجاج عن ابن جريج: ومسح برأسه مرة.‘‘ [۲۹]

(حدیث ابن وہب عن ابن جریج، بیہقی نے **السنن الکبیر** میں ذکر کی ہے، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی (سب سے بہترین روایت وہ ہے جس کی سند یوں ہے: أخبرنا أبو الحسن... الخ)

اس روایت کی تخریج کے بعد مولانا سہارن پوری نے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی غرض کا ذکر کیا ہے، جو اس ساری بحث کا خلاصہ ہے:

وغرض المصنف بإيراد هذا الكلام بيان أن ابن جريج اختلف الرواة عنه، فروى حجاج بن محمد عنه مسح الرأس مرة واحدة، وروى ابن وهب عنه مسح الرأس ثلاثا، ولكن حديث حجاج أقوى،لأنه يشبه حديث علي المذكور فيما قبل، فإن فيه بعض الرواة قالوا بمسح الرأس مرة، وبعضهم لم يذكروا العدد، وأما ابن وهب فخالف تلك الروايات، وقال: ومسح برأسه ثلاثا، فيسقط هذا بمقابلة الصحيح من الروايات.[۳۰]

۲۸- سہارن پوری، نفس مصدر، ۱: ۵۴۹۔

۲۹ - سہارن پوری، نفس مصدر، ۱: ۵۴۹۔

۳۰- سہارن پوری، نفس مصدر، ۱: ۵۴۹۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ اس روایت میں ابن جریج سے ان کے شاگرد راویوں نے مختلف الفاظ نقل کیے ہیں، حجاج بن محمد نے ابن جریج سے مسح الرأس مرة واحدة کے الفاظ، اور ابن وہب نے ابن جریج سے مسح الرأس ثلاثا کے الفاظ نقل کیے ہیں، لیکن حجاج بن محمد کی روایت زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ حدیثِ علی رضی اللہ عنہ کے موافق ہے اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان کے طریق میں بعض راوی تو مسح الرأس مرة واحدة کے الفاظ نقل کرتے ہیں، اور بعض عدد کے ذکر سے خاموش نظر آتے ہیں، لیکن اس کے برعکس ابن وہب کی روایت مذکورہ بالا تمام روایات کے خلاف ہے کہ اس میں ومسح برأسه ثلاثا کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ لہٰذا ابن وہب کی مذکورہ بالا روایت صحیح روایات کے مقابلے میں ساقط الاعتبار تصور کی جائے گی۔

مولانا سہارن پوری آخر میں ابن وہب کے بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قلت: وقد صرح أهل الحديث بأن ابن وهب مدلس، ويروي عن محمد بن علي معنعنة، ولا يذكر شيبة، فلهذا لا يقاوم حديث حجاج بن محمد." [۳۱] (میں کہتا ہوں کہ ماہرینِ حدیث نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابن وہب مدلس راوی ہے، اور یہ محمد بن علی سے روایت کرتے ہوئے لفظ عن استعمال کرتا ہے، اور شیبہ کو ذکر نہیں کرتا، اس وجہ سے اس کی روایت حجاج بن محمد کی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔)

خلاصہ کلام یہ کہ صاحب **غاية المقصود** نے امام ابوداؤد کے قول وقال ابن وهب فيه کی توضیح کرتے ہوئے ضمیر کا مرجع حدیث شیبہ ذکر کی ہے، اس میں ان سے تسامح ہوا ہے، کیوں کہ دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ضمیر کا مرجع یا تو حدیثِ علی رضی اللہ عنہ ہے یا مسح الرأس ہے۔

راوی کا ترجمہ

بسا اوقات صاحب **غاية المقصود** سے کسی راوی کے ترجمے میں تسامح ہو جاتا ہے، مولانا سہارن پوری اس تسامح کی نشان دہی بھی کرتے ہیں اور وجہ بھی بتاتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس کی مثال کتاب الطهارة کے باب کراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة کے ضمن میں آنے والی ایک روایت سے ملتی ہے: حَدَّثَنَا

۳۱- سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۱: ۵۴۹۔

مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِي زَيْدٍ،[۳۲] اس روایت میں آنے والے راوی عمرو بن یحییٰ کا ترجمہ کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: هو ابن عمارة بن أبي الحسن الأنصاري المازني المدني، ثقة عند أكثر المحدثين، وقال عثمان الدارمي عن ابن معين: صويلح وليس بالقوي، مات ۱۴۰ھ.[۳۳] (عمرو بن یحییٰ کا پورا نام: عمرو بن یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن الانصاری المازنی المدنی ہے، اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ شمار کیے جاتے ہیں، لیکن علامہ عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ قابل اعتبار تو ہیں، لیکن اتنے قوی نہیں۔)

اس مختصر سے تعارف کے بعد راویِ مذکور کے بارے میں واقع ہونے والے تسامح کی وجہ پہلے ذکر کی ہے، اور تسامح کا ذکر بعد میں، چناں چہ لکھتے ہیں:

قال في **تهذيب التهذيب**:[۳۴] وقول المصنف: أنه ابن بنت عبد الله ابن زيد وهم، تبع فيه صاحب **الكمال**، سببه ما في رواية مالک عن عمرو بن يحيىٰ عن أبيه أن رجلا سأل عبد الله بن زيد وهو

۳۲- پوری روایت یوں ہے: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أَبِي مَعْقِلٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَبُوزَيْدٍ هُوَ مَوْلَى بَنِي ثَعْلَبَةَ، **سنن أبي داؤد**، كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، رقم: ۱۰۔

۳۳- سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۱: ۱۹۸۔

۳۴- **تهذيب التهذيب** حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کی علم اسماء الرجال پر ایک جامع تالیف ہے جس میں رواۃِ حدیث کے اسماء اور ان کے احوال کو مختصر مگر جامع انداز سے ذکر کیا گیا ہے؛ گو کہ ان سے پہلے بھی بہت سارے کبار علمائے محدثین مثلاً حافظ مقدسی الحنبلی **الكمال في اسماء الرجال**، ابن ابی حاتم **الجرح والتعديل** اور حافظ مزی **تهذيب الكمال** تالیف کر چکے تھے، مگر متذکرہ تمام کتب بے جا حشو و زوائد پر مشتمل تھیں اور ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جو مختصر بھی ہو اور جرح و تعدیل میں مفید بھی۔ اس ذمے داری کو حافظ ابن حجر نے بخوبی سر انجام دیا اور **تهذيب التهذيب** کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں حافظ مزی کی **تهذيب الكمال** کی طویل ابحاث کو حذف کر کے ان کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے، پھر اپنی کتاب کا بھی خلاصہ **تقريب التهذيب** کے نام سے لکھ کر پڑھنے والوں کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب میں کتب ستہ کے تمام رواۃ کے احوال پر سیر حاصل گفت گو کی گئی ہے۔

جد عمرو بن يحيىٰ، فظنوا أن الضمير يعود إلى عبد الله وليس كذلك، بل إنما يعود إلى الرجل وهو عمرو بن أبي حسن عم يحيىٰ، وقيل له جد عمرو بن يحيىٰ تجوزًا، لأن العم صنو الأب.[۳۵]

تهذيب التهذيب میں ہے کہ مصنف کا قول: عمرو بن یحییٰ عبد اللہ بن زید کے نواسے ہیں، یہ وہم ہے۔ صاحب کمال سے بھی اس میں تسامح ہوا ہے، اس کی وجہ وہ روایت ہے جسے حضرت امام مالک نے عمرو بن یحییٰ عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے، جس میں ہے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن زید سے سوال کیا اور وہ عمرو بن یحییٰ کے نانا ہیں۔ چناں چہ انھوں نے گمان کر لیا کہ وهو جد عمرو بن يحيىٰ میں هو ضمیر عبد اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے، حالاں کہ ایسی بات نہیں، بلکہ یہ ضمیر تو ایک اور شخص کی طرف لوٹ رہی ہے، جس کا نام عمرو بن حسن ہے، جو عمرو کے باپ یحییٰ کے چچا ہیں، انھیں عمرو بن یحییٰ کے نانا مجازاً کہا گیا ہے؛ اس لیے کہ چچا بھی باپ کی طرح ہوتا ہے۔

اس کے بعد صاحب **غاية المقصود** کے تسامح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”فما قال صاحب **غاية المقصود** في ترجمة عمرو بن يحيىٰ: سبط عبدالله بن زيد بن عاصم، وهم وغلط، هذا من آفة التقليد وقلة تتبع الكتب، وفقنا الله للصواب.“[۳۶] صاحب **غاية المقصود** نے ”عمرو بن یحییٰ“ کے بارے میں جو کہا ہے کہ وہ عبد اللہ بن زید بن عاصم کے نواسے ہیں، یہ وہم اور غلط ہے، یہ تو محض اپنے پیش رو لوگوں کی اندھی تقلید ہے اور کتب حدیث کی چھان بین میں کمی کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں درست بات لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔)

مرادِ حدیث

بسا اوقات صاحب **غاية المقصود** اور **عون المعبود** تشریح حدیث کے دوران حدیث کا وہ معنی بیان کرتے ہیں، جو بظاہر اس سے سمجھ میں آرہا ہوتا ہے، لیکن مولانا سہارن پوری ان کی بیان کردہ مرادِ حدیث کو غلط قرار دیتے ہیں، اور پھر درست معنی دلائل سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال کتاب الطهارة کے باب: في الرجل يصيب منها ما دون الجماع کی اس روایت سے ملتی ہے، جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا ہے: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: ”كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ،

۳۵- سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۱: ۱۹۸۔

۳۶- سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۱: ۱۹۹۔

وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ، وَإِنْ أَصَابَ - تَعْنِي: ثَوْبَهُ - مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ.''[۳۷] (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شعار میں رات گزارتے تھے، اس حال میں کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی، اگر ان کو (ان کے جسم کو) مجھ سے کوئی چیز پہنچ جاتی، وہ اسے دھو لیتے، اس جگہ سے تجاوز نہیں کرتے تھے (یعنی صرف اتنی ہی جگہ دھوتے تھے جتنی جگہ پر وہ نجاست لگی ہوتی تھی) پھر نماز پڑھ لیتے تھے، اور اگر ان کے کپڑوں کو نجاست لگ جاتی، تو کپڑے کی بھی اتنی مقدار دھوتے جتنی نجاست لگی ہوتی، پھر انھی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشعار: ما وارى الجسد من الثياب، أو هو ثوب يلي الجسد، لأنه يلي شعره، والدثار: ثوب فوقه، وفيه دليل على جواز المباشرة والمضاجعة مع الحائض في الثوب الواحد، وليس فيه دلالة على أن هذه المضاجعة كانت بغير إزار، كما قاله صاحب **عون المعبود**، بل للحاديث الكثيرة دالة على إن مباشرته ﷺ بنسائه الحيض تكون بعد الاتزار ،فهذا الحديث يحمل عليها أيضًا.[۳۸]

الشعار کا معنی وہ کپڑا ہے جو انسان کے بدن کے ساتھ ملا ہوا ہو؛ اس لیے کہ شعار، شعر سے ہے، اور عربی زبان میں شعر بالوں کو کہا جاتا ہے، لہٰذا جو کپڑا بدن کے بالوں کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اسے شعار کہتے ہیں۔ البتہ شعار کے مقابلے میں ایک اور لفظ بولا جاتا ہے جسے ''دثار'' کہا جاتا ہے، جس کا معنی وہ کپڑا ہے، جو شعار کے اوپر پہنا جائے۔ شعار کا معنی جان لینے کے بعد حدیث کا مفہوم اور مراد کا سمجھنا آسان ہو گیا، کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ بیوی سے مضاجعت ایک ہی کپڑے میں جائز ہے، لیکن اس حدیث کا یہ معنی کسی طور نہیں ہو سکتا کہ حائضہ عورت سے مضاجعت بغیر ازار کے درست ہے، جیسا کہ صاحبِ **عون المعبود** نے بیان کیا ہے؛ اس لیے کہ بے شمار احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی حائضہ سے مضاجعت کرتے تو ازار کے ساتھ ہی کرتے تھے، لہٰذا حدیث مذکور کو بھی اسی پر ہی محمول کیا جائے گا۔

مولانا سہارن پوری نے مذکورہ حدیث کا جہاں صحیح معنی بیان کیا، وہیں صاحبِ **عون المعبود** کی غلطی کی بھی نشان دہی کر دی۔ اس ضمن میں مولانا نے دو قسم کے دلائل کا تذکرہ کیا، اولاً تو حدیث میں آنے والے لفظ

---

۳۷ - **سنن أبي داؤد**، کتاب الطهارة، باب: في الرجل يصيب منها مادون الجماع، رقم: ۲۶۹۔

۳۸ - سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۲: ۳۱۷۔

الشعار کا لغوی مفہوم بیان کر دیا، جس کی وجہ سے مرادِ حدیث میں تسامح ہو رہا تھا، پھر آخر میں احادیثِ کثیرہ کی طرف بھی اشارہ دیا کہ جہاں کہیں بھی اس قسم کی احادیث آتی ہیں، وہاں صراحتاً یہ بات بھی مذکور ہوتی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ازار کی حالت ہی میں اپنی زوجہ کے ساتھ مضاجعت فرمائی۔ (جیسا کہ اسی باب کی روایات ہیں) لہٰذا اس جگہ بھی یہی معنی مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

یہاں بھی، البتہ، مولانا سہارن پوری نے لغوی مفہوم کو بیان کرتے وقت وہ منہج نہیں اپنایا، جو اکثر ایسے مواقع پر اپناتے ہیں، کہ لغت اور غریب الحدیث کی مایۂ ناز کتب میں سے کسی کا حوالہ دیتے ہیں، اگر اس جگہ بھی لفظ الشعار کا معنی بیان کرتے ہوئے ایسا کر لیا جاتا تو بات مزید وزنی ہو جاتی۔[۳۹]

حدیث میں آنے والے کسی جملے کی توضیح

بسا اوقات حدیث میں آنے والے کسی جملے کی توضیح میں صاحبِ **عون المعبود** سے تسامح ہو جاتا ہے تو مولانا سہارن پوری سب سے پہلے اس جملے کی صحیح مراد کی وضاحت کرتے ہیں، اور بعد میں صاحب **عون المعبود**

۳۹- شعار اور دثار کے درمیان جو فرق مولانا سہارن پوری نے بیان کیا ہے اس کی تائید **مشارق الأنوار علی صحاح الآثار** سے ہوتی ہے، چناں چہ لکھتے ہیں: "والشعار من الثِّيَاب مَا يَلِي الجَسَد لِأَنَّهُ يَلِي شعره والدثار مَا على الشعار" (شعار کپڑوں کا وہ حصہ جو جسم کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور دثار وہ کپڑے، جو شعار کے اوپر پہنے جائیں۔) (ابو الفضل عیاض بن موسیٰ السبتی، **مشارق الأنوار علی صحاح الآثار**، حرف الشين مع سائر الحروف، ش غ ف (تونس: المكتبة العتيقة، س ن)، ۲: ۲۵۵۔) اسی طرح علامہ ابن الاثیر نے یہی فرق بیان کیا ہے، لکھتے ہیں: "وَفِي حَدِيثِ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ «انتُمُ الشِّعارُ وَالنَّاسُ الدِّثَار» هُوَ الثَّوبُ الَّذِي يكُونُ فوقَ الشِّعَارِ، يَعْنِي أَنْتُمُ الخاصَّةُ والناسُ العامَّةُ." (شعار اور دثار کے درمیان فرق حدیث انصار سے بھی واضح ہوتا ہے، جس میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انصار صحابہ سے فرمایا تھا: تم لوگ شعار ہو اور دوسرے لوگ دثار ہیں اور دثار وہ لباس جو شعار کے اوپر پہنا جاتا ہے۔) (مجد الدین ابو السادات المبارک بن محمد ابن الاثیر، **النهاية في غريب الحديث والاثر**، حرف الدال، باب الدال مع الثاء، دثر، ۲: ۱۰۰) **لسان العرب** میں بھی یہی معنی بیان کیے گئے ہیں: "والشِّعارُ: مَا وَلِيَ شَعرَ جَسَدِ الإِنسان دُونَ مَا سِوَاهُ مِنَ الثِّيَابِ، وَالْجَمْعُ أَشْعِرَةٌ وشُعُرٌ. وَفِي المَثَلِ: هُمُ الشِّعارُ دُونَ الدِّثارِ" ابن منظور، **لسان العرب**، ۴: ۴۱۲۔ نیز ملاحظہ ہو: زبیدی، **تاج العروس**، ۱۲: ۱۸۸۔، مادہ: شعر، ۱۱: ۲۷۲، مادہ: دثر۔

کے بیان کردہ مفہوم کو ذکر کرتے ہیں، اور پھر دلائل کے ساتھ ان کے بیان کردہ معانی کو غلط ثابت کرتے ہیں، پھر تردید میں بھی خاص طور پر اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ صاحبِ عون نے اپنے بیان کردہ معانی پر جو دلیل دی ہوتی ہے، اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الطهارة کے باب: في المرأة تستحاض، ومن قال: تدع الصلاة في عدة الأيام التي كانت تحيض کی اس روایت سے ملتی ہے، جسے حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے نقل کیا ہے:

عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ، فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، فَمَا تَرَى فِيهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ. فَقَالَ: «أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ-- الخ[٤٠]

٤٠- پوری روایت یوں ہے: عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ، فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً، فَمَا تَرَى فِيهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ. فَقَالَ: «أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ» . قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: «فَاتَّخِذِي ثَوْبًا» . فَقَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ أَيَّهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ مِنَ الْآخَرِ، وَإِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ» . قَالَ لَهَا: «إِنَّمَا هَذِهِ رَكْضَةٌ مِنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللهِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتَّى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ، وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُومِي، فَإِنَّ ذَلِكَ يَجْزِيكِ، وَكَذَلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ، وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيقَاتُ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ، وَإِنْ قَوِيتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَتُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي، وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي، وَصُومِي إِنْ قَدِرْتِ عَلَى ذَلِكَ» . قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَهَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ قَالَ: فَقَالَتْ: حَمْنَةُ فَقُلْتُ: «هَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ» لَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهُ كَلَامَ حَمْنَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ:

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، فرماتی ہیں کہ مجھے حیض بہت زیادہ آتا تھا، ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری بہن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مستحاضہ عورت ہوں اور مجھے بہت زیادہ خون آتا ہے، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہ وہ اس قدر شدید خون ہوتا ہے کہ مجھے نماز روزے سے روک دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کرسف رکھ لیا کرو، اس سے تمھارا خون رک جائے گا۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اس سے بھی زیادہ آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَاتَّخِذِي ثَوْبًا کوئی کپڑا باندھ لیا کرو، میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بہت زیادہ خون آتا ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ أَيَّهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ مِنَ الْآخَرِ" (میں تمھیں دو باتوں میں سے ایک کا حکم کرتا ہوں، ان میں سے جو تمھیں آسان ہو، اسے کرلینا، وہ تمھارے لیے کافی ہو جائے گا۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ حیض تو شیطان کے کچوکوں میں سے ایک کچوکہ ہے، تم چھے یا سات دن حیض شمار کرو، پھر غسل کرو، یہاں تک کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ تم مکمل طور پر پاک ہو چکی ہو، پھر تم ۲۳ یا ۲۴ دن رات نمازیں بھی پڑھو اور روزے بھی رکھو، پس تمھارے لیے یہ کافی ہیں۔ تم ہر مہینے اسی طرح کرو گی جس طرح ایک عام حیض والی عورت کرتی ہے، لیکن اگر تم اس بات پر قدرت رکھتی ہو کہ تم اپنی ظہر کی نماز موخر کر دو اور عصر کی نماز بالکل ابتدائی وقت میں پڑھو، اس طرح کہ پہلے غسل کرو اور ان دونوں نمازوں کو اس طرح جمع کرلو کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھو اور غسل بھی کرلو، اسی طرح مغرب کی نماز کو موخر کرلو اور عشا کو جلدی اور ان دونوں نمازوں کو غسل کر کے پڑھو، اور فجر کی نماز کو بھی غسل کر کے پڑھو اور روزے بھی رکھو؛ اگر تم اس پر قدرت رکھو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَهَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ اور یہ معاملہ دونوں امور میں سے سب سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

وَعَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلُ سُوءٍ وَلَكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ وَثَابِتُ بْنُ الْمِقْدَامِ رَجُلٌ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْت أَحْمَدَ يَقُولُ: حَدِيثُ ابْنِ عَقِيلٍ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ (**سنن أبي داؤد**، كتاب الطهارة، باب: في المراة تستحاض، ومن قال: تدع الصلاة في عدة الأيام التي كانت تحيض، رقم: ۲۸۷)

قلت: وقع أولاً في الحديث: سأمرک بأمرين، والمراد بالأمرين ههنا هو الوضوء لكل صلاة في أيام استحاضتها، والثاني هو الغسل للصلاتين بعد الجمع بينهما، ووقع ثانيًا في آخر الحديث: وهذا أعجب الأمرين إلي، ولايمكن أن يكون المراد ههنا ماكان المراد في الأول...[۴۱] میں کہتاہوں کہ حدیث مذکور میں اولاً تو نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: سآمرک بأمرين یعنی میں تمھیں دوباتوں میں سے ایک کا حکم دوں گا، ان دوباتوں میں سے پہلی بات، ایام استحاضہ میں ہر نماز کو الگ وضو کر کے پڑھنا، اور دوسری بات یہ کہ دونمازوں کو اس انداز سے جمع کرنا کہ ہر ایک اپنے اپنے وقت میں ہو، اور انھیں غسل کر کے پڑھنا۔ پھر آخر حدیث میں فرمایا: وهذا أعجب الأمرين إلى اور یہ معاملہ دونوں امور میں سے مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ أعجب الأمرين کیا ہے؟ اس بارے مولانا لکھتے ہیں کہ أعجب الأمرين سے مراد وہ دوچیزیں تو ہو نہیں سکتی، جنھیں سآمرک بأمرين کے ضمن میں بیان کیا جاچکا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں دوسرا امر دو نمازوں کے لیے غسل کا حکم ہے، اور یہ پہلے حکم کی نسبت آسان نہیں ہے، اس لیے کہ پہلا حکم ہر نماز کے لیے وضو کا تھا، اور وضو بنسبت غسل کے زیادہ آسان ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اور دوچیزیں مراد ہیں اور ان دو میں سے دوسری شے زیادہ پسندیدہ ہے۔ مولانا سہارن پوری مزید لکھتے ہیں کہ اس جگہ أعجب الأمرين سے مراد: اول امر یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے الگ غسل کیا جائے۔ دوسرا امر یہ کہ دونمازوں کو ایک غسل کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اب غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جناب نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں کہ ان دو امور میں سے سب سے پسندیدہ امر دوسرا ہے، اس لیے کہ وہ پہلے امر کی بہ نسبت آسان اور سہل ہے اور وہ دونمازوں کو ایک غسل کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ حدیثِ مذکور کی مختصر سی تشریح کے بعد مولانا سہارن پوری صاحب **عون المعبود** پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (مجھے صاحب **عون المعبود** پر تعجب ہے کہ انھوں نے أعجب الأمرين سے مراد ہر نماز کے لیے غسل کرنا مراد لیا ہے، یعنی نبی کریم ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ہر نماز کے لیے غسل کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ کام زیادہ مشقت میں ڈالنے والا ہے، اور اجر مشقت کی بقدر ہی ملتا ہے، اور نبی کریم ﷺ بھی اس حکم کو پسند فرمایا کرتے تھے، جس میں اجر عظیم ہو۔)[۴۲] صاحبِ عون کی بات کی تردید کرتے ہوئے بطورِ دلیل لکھتے ہیں:

۴۱- سہارن پوری، **بذل المجهود**، ۲: ۳۷۶۔

۴۲- نفس مصدر، ۲: ۳۷۶۔

وهذه غفلة عظيمة من الشارح، فإنه لم ينظر إلى قول أبي داؤد الذي يأتي فيما بعد قريبًا: قال أبوداؤد: في حديث ابن عقيل الأمران جميعا، قال: إن قويت فاغتسلي لكل صلاة، وإلا فأجمعي، وهذا القول يدل صريحا على خلاف ما ذكره الشارح.(۴۳)

حدیثِ مذکور میں آنے والے جملے کی اس انداز سے تشریح،شارح کی طرف سے ایک بہت بڑی غفلت ہے،اس لیے کہ انھوں نے اسی حدیث کے بعد آنے والے امام ابوداؤد کے قول کو نہ دیکھا، جس میں وہ فرماتے ہیں: ابن عقیل کی حدیث میں دو امور میں سے پہلا امر ہر نماز کے لیے وضو ہے،اور دوسرا امر دو نمازوں کو ایک غسل کے ساتھ پڑھنا ہے،امام ابوداؤد کا یہ قول شارح یعنی صاحب **عون المعبود** کی مراد کے بالکل خلاف ہے۔

صاحبِ عون نے اپنی بیان کردہ توجیہ کی دلیل یہ دی تھی کہ نبی کریم ﷺ کو وہ عمل پسند تھا، جس میں مشقت ہو، کیوں کہ مشقت والے کام کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے، مولانا سہارن پوری ان کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "وأيضا لم يكن النبي ﷺ يحب ما هو أشق على الأمة، ولهذا نهى عن الوصال، بل يختار ما هو أيسر كما ورد: ماخير بين الأمرين إلا اختار أيسرهما." (۴۴) (نبی کریم ﷺ کا امت کے ساتھ معاملہ دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو ایسے کسی عمل کو پسند نہیں فرمایا کرتے تھے، جس میں امت کو مشقت ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا ہے، بلکہ وہ معاملہ یا عمل جس میں آسانی ہوتی اسے ہی پسند فرمایا کرتے تھے)، جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: مجھے جب بھی دو امور میں سے کسی امر کے بارے میں اختیار دیا گیا، تو میں نے ان میں سے آسان معاملے کو ہی پسند کیا۔

لفظِ غریب کی مراد

بسا اوقات **سنن أبي داؤد** کے شارحین میں سے صاحب **معالم السنن** (۴۵) اور صاحب **عون المعبود** حدیث میں آنے والے کسی لفظِ غریب کی توضیح کرتے ہوئے دلیل بھی دیتے ہیں۔ مولانا سہارن پوری اس

۴۳- نفس مصدر، ۲: ۳۷۶۔

۴۴- نفس مصدر، ۲: ۳۷۷۔

۴۵- ان کا نام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی الخطابی ہے، حدیث اور لغت کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی معروف ترین کتابوں میں سے **سنن أبي داؤد** کی شرح **معالم السنن** ہے۔ ۳۸۸ھ میں، افغانستان کے جنوبی علاقے بست میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ذہبی، نفسِ مصدر، ۱۷: ۲۳- ۲۷۔

لفظ کی صحیح مراد کو بیان کرتے ہوئے ان کے بیان کردہ معنی کو دلائل کے ساتھ رد کرتے ہیں، ایسے مواقع پر بھی ان کا منہج یہی رہا ہے کہ سب سے پہلے اس لفظ کی صحیح مراد دلائل سے بیان کردیتے ہیں، تاکہ قاری کو اصل صورتِ حال معلوم ہو جائے، پھر ان کے بیان کردہ معنی اور دلیل کو ذکر کرتے ہوئے جواب بھی ذکر کردیتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الطلاق کے باب في الظهار کی اس روایت میں ملتی ہے، جس کے راوی حضرت ہشام بن عروہ ہیں: "عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ جَمِيلَةَ كَانَتْ تَحْتَ أَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ، وَكَانَ رَجُلًا بِهِ لَمَمٌ، فَكَانَ إِذَا اشْتَدَّ لَمَمُهُ ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ كَفَّارَةَ الظِّهَارِ."[۴۶] (ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت جمیلہ اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور اوس ایسے شخص تھے کہ جن کو جنون کی بیماری تھی، پس جب ان کا جنون زیادہ ہو گیا، تو وہ اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کفارۂ ظہار کی آیات نازل فرمادیں۔) مولانا سہارن پوری حدیثِ مذکور میں آنے والے لفظ لمم کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لمم أي خبل وجنون، وكتب بالحاشية: قال الخطابي وابن الأثير: اللمم هنا الإلمام بالنساء وشدة الحرص عليهن والتوقان، وليس من الخبل والجنون، فإنه لو ظاهر في تلك الحا ل لم يلزمه شيء."[۴۷] لمم کا معنی دیوانگی اور جنون کے آتے ہیں، علامہ خطابی (م۳۸۸ھ) اور ابن الاثیر[۴۸] (م۶۰۶ھ) لفظ لمم کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مقام پر لفظِ لمم کا معنی عورتوں کی طرف رغبت، ان کی طرف شدید میلان اور شہوت کا غلبہ ہے، اس جگہ لمم کا معنی دیوانگی اور جنون مراد نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اگر جنون کی کیفیت ہوتی تو اس میں ان کا ظہار ہی درست نہ ہوتا، حالاں کہ اسی لمم کی حالت میں انھوں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور اس پر کفارۂ ظہار کی آیات نازل ہوئیں۔) "مولانا سہارن پوری علامہ خطابی

۴۶۔ **سنن أبي داؤد**، كتاب الطلاق، باب في الظهار، رقم: ۲۲۲۱۔

۴۷۔ سہارن پوری، *نفسِ مصدر*، ۸: ۲۴۵۔

۴۸۔ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی، الجزری، ابن الاثیر کے نام سے جانے جاتے ہیں، ان کی معروف ترین تصانیف میں سے **جامع الأصول في أحاديث الرسول** اور **غريب الحديث** ہیں، موصل میں ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ذہبی، *نفس مصدر*، ۲۱: ۴۸۹–۴۹۱۔

(م۳۸۸ھ) کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قلت: ينا في هذا التفسير ما في **مستدرک** الحاکم وسنن البيهقي عن عائشة رضي الله عنها: إن جميلة كانت امرأة أوس بن الصامت وكان إمرا به لمم فإذا اشتد لمه ظاهر من إمرأته..."[۴۹] (میرے نزدیک لفظ لمم کی مذکورہ تفسیر اس روایت کے منافی ہے جسے امام حاکم[۵۰] (م۴۰۵ھ) نے اپنی **مستدرک** میں اور امام بیہقی[۵۱] (م۴۵۸ھ) نے اپنی **سنن** میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: بے شک جمیلہ جو کہ اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، اور اوس رضی اللہ عنہ کو جنون کی بیماری تھی، پس جب ان کا جنون زیادہ ہو گیا، تو انھوں نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔) اسی طرح **طبقات ابن سعد** کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تفسیر درست نہیں، چناں چہ عمران بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسلام میں سب پہلے جس شخص نے ظہار کیا وہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھے، ان کو جنون تھا، اور کبھی کبھی افاقہ بھی ہو جاتا تھا، سو انھوں نے افاقے کے زمانے میں اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کر لیا، اور کہ بیٹھے: "أنت علي كظهر أمي" (تم مجھ پر ایسے حرام ہو، جیسے میری ماں کی پیٹھ) پھر انھیں اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور میں لمم سے مراد دیوانہ ہو جانا ہے، اور ظہار کا وقوع بھی افاقے کی حالت میں ہوا۔

۴۹- سہارن پوری، نفس مصدر، ۸: ۲۴۵۔

۵۰- ان کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری ہے، امام حاکم کے نام سے معروف ہیں، اپنے زمانے میں حدیث کے امام تھے، حدیث اور اصول حدیث کے تمام علوم سے کما حقہ معرفت رکھتے تھے، انتہائی متقی اور پاکباز انسان تھے۔ ان کی تصانیف میں سے **المستدرک علی الصحیحین، تاریخ نیشاپور** اور **معرفة علوم الحدیث** نمایاں ہیں۔ ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر ابن خلکان، **وفیات الأعیان** (بیروت: دار صادر، ۱۳۹۷ھ)، ۴: ۲۸۰؛ ذہبی، **تذکرة الحفاظ** (ریاض: دار الصميعي، ۱۴۱۵ھ)، ۳: ۱۰۳۹۔

۵۱- ان کا پورا نام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسی البیہقی ہے، ائمہ حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی معروف ترین تصانیف میں **السنن الکبری، السنن الصغری** اور **الأسماء والصفات** شامل ہیں، ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۵۸ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ابن خلکان، **وفیات الأعیان**، ۱: ۷۵۔

اس ساری تفصیل کے بعد مولانا سہارن پوری نے صاحب عون کا بھی رد کیا ہے، جنھوں نے لفظ لمم کا معنی علامہ خطابی کے حوالے سے بیان کرکے اس پر دلیل بھی دی ہے: "وقد غلط صاحب العون فنقل عن الخطابي: قال: معنى اللمم ها هنا: شدة الإلمام بالنساء وشدة الحرص والتوقان إليهن، ثم قال: يدل على ذلک قوله في هذا الحديث من الرواية الأولى: كنت امرًا أصيب من النساء ما لا يصيب غيري."[۵۲] (لفظ لمم کے معنی کی تعیین میں صاحب عون سے بھی غلطی ہو گئی، انھوں نے اس کا معنی علامہ خطابی سے نقل کرتے ہوئے لکھا: اس مقام پر لفظِ لمم کا معنی عورتوں کی طرف رغبت، ان کی طرف شدید میلان اور شہوت کا غلبہ ہے، اور اسی معنی کی تائید اس حدیث سے پہلے آنے والی روایت سے ہوتی ہے، جس میں ہے کہ: مجھے عورتوں میں جتنی رغبت تھی اتنی کسی اور کو نہیں تھی۔) اس کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: هذا غلط، ليس في هذا الحديث في شيء من الروايات: كنت امرا أصيب من النساء ما لا يصيب غيري، بل الواقع في بعض هذه الروايات أن أوسا كان شيخا ضعيفا، بل الحديث الذي وقع فيه: كنت امرأ أصيب من النساء مالا يصيب غيري، هو حديث سلمة بن صخر، لا حديث قصة أوس بن الصامت، وهو حديث غير هذا الحديث، فلا يستدل بما وقع في قصة سلمة بن صخر من حاله الخاصة على قصة أوس بن الصامت، والله تعالى أعلم."[۵۳]

میں کہتا ہوں کہ لفظ لمم کی مذکورہ تفسیر درست نہیں ہے، اور باقی رہا صاحب **عون** کا اپنے بیان کردہ معنی کی تائید میں حدیث سے استدلال، سو ان کا استدلال بھی درست نہیں، اس لیے کہ جو الفاظ انھوں نے بطور دلیل کے پیش کیے ہیں، وہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے نہیں، بلکہ وہ تو اس روایت سے پہلی روایت میں آنے والے صحابی حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کے ہیں، وہ حدیث اور ہے اور حدیثِ اوس بن صامت اور، لہٰذا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے قصے کو حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے ثابت کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے!

مولانا سہارن پوری کا تسامح

مولانا سہارن پوری سے بھی بعض مقامات پر تسامح ہوا ہے۔ اس کی ایک مثال کتاب الطهارة کے باب الوضوء من الدم کی اس روایت سے ملتی ہے، جس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں: "عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:

۵۲– سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۸: ۲۴۶۔

۵۳– سہارن پوری، نفسِ مصدر، ۸: ۲۴۶۔

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ - فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَحَلَفَ أَنْ لَا أَنْتَهِيَ حَتَّى أُهَرِيقَ دَمًا...[۵۴] (حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ کسی صحابی نے مشرکین میں سے کسی کی عورت کو قتل کر دیا، اس مشرک نے قسم اٹھائی کہ جب تک وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو قتل نہ کر دے اس وقت تک وہ واپس نے لوٹے گا...) مذکورہ حدیث ایک طویل اور معروف حدیث ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس غزوہ سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، اور فرمایا کہ کون ہمارا پہرہ دے گا؟ اس پر ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی نے ہامی بھر لی۔ چوں کہ رات کا وقت تھا، اس لیے دونوں نے طے کیا کہ کچھ دیر آپ پہرہ دیں گے، اور میں آرام کروں گا، پھر آپ آرام کرنا اور میں پہرہ دوں گا۔ اسی اثنا میں کہ انصاری صحابی پہرہ دے رہے تھے اور مہاجر آرام فرما رہے تھے کہ ان کو خیال آیا کہ کیوں نہ نماز شروع کر لی جائے۔ انھوں نے نماز شروع کی تو پیچھے سے دشمن آ گیا، انھوں نے تیر برسائے، حتی کہ تین تیر ان کو لگے اور خون بہتا رہا، لیکن انھوں نے نماز نہ توڑی۔ نماز مکمل کرنے کے بعد انھوں نے اپنے دوسرے ساتھی کو بیدار کیا، انھوں نے پوچھا کہ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بیدار کیا؟ فرمایا: میں ایک سورت پڑھ رہا تھا مجھے اچھا نہ لگا کہ میں اسے ختم کیے بغیر نماز توڑ دوں۔

مولانا سہارن پوری نے اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر پر نقد کیا ہے، مگر اس نقد میں ان سے تسامح ہو گیا ہے، چناں چہ لکھتے ہیں: "قال الحافظ في شرحه على **البخاري**: أخرجه أحمد وأبوداؤد و الدارقطني، وصححه ابن خزيمة وابن حبان والحاكم كلهم من طريق ابن اسحاق وكذا قال العيني."[۵۵] حافظ ابن حجر نے **بخاری** کی شرح میں لکھا ہے کہ مذکورہ حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی **مسند** میں، امام ابوداود اور دار قطنی نے اپنی اپنی **سنن** میں کی ہے، جب کہ ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام حاکم نے ابن اسحاق کے طریق سے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ عینی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔) اس کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "قلت: ولم أجد ذكر الحديث في **سنن الدارقطني**." (میں کہتا ہوں کہ مجھے یہ روایت **سنن الدارقطني** میں نہیں ملی۔) اس جملے سے مقصود حافظ ابن حجر پر نقد کرنا مقصود ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ مذکورہ

۵۴- **سنن أبي داود،** كتاب الطهارة، باب الوضوء من الدم، رقم: ۱۹۸۔

۵۵- سہارن پوری، نفس مصدر، ۲: ۱۱۱۔

حدیث **سنن الدار قطني** میں بھی ہے۔ تحقیق و جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سہارن پوری کا نقد کرنا صحیح نہیں ہے، مذکورہ حدیث **سنن الدار قطني** میں موجود ہے۔(۵۶) تتبع اور تلاش سے اس طرح کی اور مثالیں بھی مل سکتی ہیں، اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۵۶- **سنن الدارقطني** کی روایت یہ ہے: عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ, حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ, عَنْ عَقِيلِ بْنِ جَابِرٍ, عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ, قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَافِلًا أَتَى زَوْجُهَا وَكَانَ غَائِبًا فَلَمَّا أُخْبِرَ الْخَبَرَ حَلَفَ أَنَّهُ لَا يَنْتَهِي حَتَّى يُهْرِيقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, فَخَرَجَ يَتْبَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا - وَقَالَ الْقَاضِي: فَلَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا - قَالَ: «مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا لَيْلَتَنَا هَذِهِ؟» قَالَ: فَيَبْتَدِرُ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ, فَقَالَ: «كُونَا بِفَمِ الشِّعْبِ»,فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ قَدْ نَزَلُوا الشِّعْبَ مِنَ الْوَادِي, فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فَمِ الشِّعْبِ قَالَ الْأَنْصَارِيُّ لِلْمُهَاجِرِيِّ: أَيُّ اللَّيْلِ تُحِبُّ أَنْ أَكْفِيكَ: أَوَّلَهُ أَوْ آخِرَهُ؟, قَالَ: بَلِ اكْفِنِي أَوَّلَهُ, قَالَ: فَاضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ فَنَامَ وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّي, وَأَتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَأَى شَخْصَ الرَّجُلِ عَرَفَ أَنَّهُ رَبِيئَةُ الْقَوْمِ, فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَانْتَزَعَهُ فَوَضَعَهُ وَثَبَتَ قَائِمًا, ثُمَّ رَمَاهُ بِسَهْمٍ آخَرَ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَانْتَزَعَهُ فَوَضَعَهُ وَثَبَتَ قَائِمًا, ثُمَّ عَادَ لَهُ بِالثَّالِثِ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ فَوَضَعَهُ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ أَهَبَّ صَاحِبَهُ فَقَالَ لَهُ: اجْلِسْ فَقَدْ أُثْبِتَ فَوَثَبَ, فَلَمَّا رَآهُمَا الرَّجُلُ عَرَفَ أَنْ قَدْ نَذَرُوا بِهِ فَهَرَبَ, فَلَمَّا رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدِّمَاءِ, قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ أَفَلَا أَهْبَبْتَنِي - وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ: أَفَلَا أَنْبَهْتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَاكَ؟ - قَالَ: كُنْتُ فِي سُورَةٍ أَقْرَأُهَا فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا حَتَّى أُنْفِذَهَا, فَلَمَّا تَابَعَ عَلَيَّ الرَّمْيَ رَكَعْتُ فَأَذَنْتُكَ وَأَيْمُ اللهِ لَوْلَا أَنِّي أُضِيعُ ثَغْرًا أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِهِ لَقَطَعَ نَفْسِي قَبْلَ أَنْ أَقْطَعَهَا أَوْ أُنْفِذَهَا- *ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی*، **سنن الدارقطني**، باب جواز الصلاة مع خروج الدم السائل من البدن (*بیروت*: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۴ھ)، ۱: ۴۱۵۔

خلاصۂ بحث

عون المعبود اور **غایۃ المقصود** میں واقع ہونے والے تسامحات سے متعلق مولانا سہارن پوری کے نقد کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انھوں نے نہایت عمدگی کے ساتھ مذکورہ شارحین اور ان کی شروحات پر نقد کیا ہے۔ بات کا تعلق کسی لفظ کے لغوی معنی سے ہو یا اصطلاحی معنی سے، راوی کے ترجمے سے ہو یا راوی کی نسبت سے، ضمیر کے مرجع سے ہو یا راوی کے نام کے ضبط سے، راوی کے نام میں اختلاف سے ہو یا مراد حدیث کی تعیین سے، حکم حدیث کی علت سے ہو یا کسی فقہی مسئلے سے، شارح کو جس جگہ تسامح دکھائی دیا، انھوں نے اسے دلائل سے واضح کرنے کے ساتھ، اس کی اصلاح بھی کی۔ اس سے **بذل المجہود** کے قاری کو بہت سے ایسے امور سے متعلق معلومات مہیا ہو جاتی ہیں، جن میں عام لوگ تو درکنار بڑے بڑے علما و شارحین بھی چوک جاتے رہے ہیں؛ یوں اس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے اور تحقیق و تدقیق اور صورتِ واقعہ کی تلاش و جستجو کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے۔

۞۞۞۞۞